اس کے اس دعوے کو ماننے سے انکار کرتے تھے۔ امام شافعی نے اپنی کتاب "جماع العلم" میں اس مسئلے پر مفصل بحث کر کے یہ بتایا ہے کہ دنیائے اسلام کے پھیل جانے اور جگہ جگہ اہل علم کے منتشر ہو جانے اور نظامِ جماعت درہم برہم ہو جانے کے بعد اب کسی جزوی مسئلے کے متعلق یہ معلوم کرنا مشکل ہو گیا ہے کہ اس میں تمام علماء کے اقوال کیا ہیں۔ اس لیے جزئیات میں اب اجماع کا دعویٰ کرنا غلط ہے۔ البتہ اسلام کے اصولوں اور اس کے ارکان اور بڑے بڑے مسائل کے بارے میں یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ ان پر اجماع ہے، مثلاً یہ کہ نماز کے اوقات پانچ ہیں، یا روزے کے حدود یہ ہیں وغیرہ۔ اسی بات کو امام ابن تیمیہؒ یوں بیان کرتے ہیں:۔

"اجماع کے معنی یہ ہیں کہ کسی حکم پر تمام علماء مسلمین متفق ہو جائیں۔ اور جب کسی حکم پر تمام امت کا اجماع ثابت ہو جائے تو کسی شخص کو اس سے نکلنے کا حق نہیں رہتا، کیونکہ پوری امت کبھی ضلالت پر متفق نہیں ہو سکتی۔ لیکن بہت سے مسائل ایسے ہیں جن کے متعلق بعض لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ ان میں اجماع ہے حالانکہ دراصل وہ نہیں ہوتا، بلکہ بسا اوقات دوسرا قول راجح ہوتا ہے۔" (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۱ صفحہ ۴۰۶)

مذکورۂ بالا بحث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اگر کسی مسئلے میں نصِ شرع کی کسی تعبیر پر، یا کسی قیاس یا استنباط پر، یا کسی تدبیر و مصلحت پر اسب ہی اہل حل و عقد کا اجماع، یا ان کی اکثریت کا فیصلہ فی الواقع ہو جائے تو وہ حجت ہو گا اور قانون قرار پائے گا۔ اس طرح کا فیصلہ اگر تمام دنیائے اسلام کے اہل حل و عقد کریں تو وہ تمام دنیائے اسلام کے لیے قانون ہو گا اور کسی ایک اسلامی مملکت کے اہل حل و عقد کریں تو وہ کم از کم اس مملکت کے لیے تو قانون ہونا چاہیے۔

اللہ اور اُس کے رسُولوں میں تفریق

سوال۔ اپریل کے ترجمان میں شائع شدہ مولانا امین احسن صاحب اصلاحی کے ایک مضمون میں سے

ایک عبارت ، رمضان کے طلوعِ اسلام میں نقل کی گئی ہے۔ عبارت یہ ہے "جس طرح اللہ اور اُس کے رسول کے درمیان تفریق نہیں کی جا سکتی، اسی طرح اسلام میں کتاب اور سنت کے درمیان کسی تفریق کی گنجائش نہیں " مولانا اصلاحی صاحب کو خطاب کر کے اس عبارت کے بارے میں طلوعِ اسلام نے لکھا ہے کہ قرآن کریم میں یہ تو آیا ہے کہ ایک رسول اور دوسرے رسول کے درمیان تفریق نہیں کی جا سکتی لیکن یہ کہیں نہیں آیا کہ اللہ اور اُس کے رسول کے درمیان تفریق نہیں کی جا سکتی . . . عبد اور معبود میں فرق نہ کرنا کھلا ہوا شرک ہے۔ کیا آپ فرمائیں گے کہ آپ کے پاس یہ کہنے کی کیا سند ہے "

اس میں شک نہیں کہ مولانا کے جملے کے سیاق و سباق سے یہ بات نمایاں طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول میں یہ عدمِ تفریق ان کے مطاع اور شارع ہونے کی حیثیت سے ہے۔ تاہم اگر ترجمان میں اس کے مفہوم کی مزید وضاحت کر دی جائے تو بہتر ہے۔

جواب۔ جو آدمی سیدھی بات میں سے ٹیڑھ نکالنا چاہے اور اس کے درپے رہے اس کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ خود قرآن اس حقیقت پر گواہ ہے کہ اصحابِ زیغ کتاب اللہ کی آیات سے بھی کجی نکالنے اور کج بحثی کرنے سے باز نہیں رہ سکے تو انسان کج مج بیان کے کلام میں سے کفر و شرک کا برآمد کر لینا ایسے لوگوں کے لیے کیا مشکل ہے۔ بہرکیف ان لوگوں کے جواب میں نہیں، بلکہ آپ کے اطمینان کی خاطر تھوڑی سی مزید وضاحت کی جا رہی ہے۔

"تفریق بین اللہ و رسلہ" و "تفریق بین الرُّسُل" یعنی اللہ اور اس کے رسولوں کے مابین تفریق اور ایک رسول اور دوسرے رسول کے مابین تفریق قرآن مجید کی مخصوص اصطلاحات ہیں جن کی وضاحت خود قرآن ہی نے کر دی ہے۔ جس شخص نے خدا سے ڈر کر اور سوچ سمجھ کر پورا قرآن ایک مرتبہ بھی پڑھا ہو وہ ان اصطلاحات کے صحیح اور قرآنی مفہوم سے نابلد نہیں رہ سکتا۔ اللہ اور اُس کے رسول کے درمیان تفریق سے مراد یہ ہے کہ اللہ پر ایمان لانے کا، اس کی اطاعت کرنے کا اور اُس کے حکم کو دینی ماخذ و حجت تسلیم کرنے کا دعویٰ تو کیا جائے مگر رسول پر نہ ایمان لایا جائے، نہ اس کی اطاعت کا عہد کیا جائے اور نہ اُس کے حکم کو دینی ماخذ و حجت تسلیم کیا جائے۔ اللہ اور اس کے رسول میں تفریق سے مراد یہ نہیں کہ ایک کی ذات کو دوسر

کی ذات سے الگ سمجھا جائے۔ اس کے برعکس اللہ اور اس کے رسول میں عدم تفریق سے مراد یہ ہے کہ دونوں پر ایمان لایا جائے، دونوں کی اطاعت کی جائے اور دونوں کے حکم کو دینی مأخذ و حجت مانا جائے۔ اللہ اور رسول میں عدمِ تفریق سے مراد یہ نہیں کہ ایک کی ذات کو دوسرے کی ذات سے ممتاز نہ سمجھا جائے اور عبد و معبود میں کوئی فرق نہ کیا جائے۔ یہ تفریق یا عدمِ تفریق اللہ اور رسول کی ذاتی حیثیات میں نہیں بلکہ ان کے واجب الایمان اور واجب الاطاعت ہونے کی حیثیت سے ہے۔

اسی طرح سے تفریق بین الرسل سے مراد یہ ہے کہ سلسلۂ رسالت میں سے چند ایک یا کسی ایک رسول پر ایمان لانے کا دعویٰ کیا جائے لیکن دوسرے رسول یا رسولوں پر ایمان نہ لایا جائے۔ تفریق بین الرسل سے بھی یہ مراد نہیں کہ ان کی شخصی حیثیتوں میں امتیاز تسلیم کیا جائے۔ اس طرح کے امتیاز سے کون انکار کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ فضیلت بھی منصبِ رسالت کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ ذاتی خصائص و امتیازات کے لحاظ سے ہے جس کی وضاحت ساتھ ہی کر دی گئی ہے۔ اس کے برخلاف رسولوں میں عدم تفریق سے مراد یہ ہے کہ سب پر ایمان لایا جائے۔ اس عدمِ تفریق کا مدعا بھی یہ ہرگز نہیں ہے کہ ان کی ذاتی حیثیات میں امتیاز کو نہ مانا جائے۔

قرآن مجید نے عدمِ تفریق بین اللہ و بین رُسُلہٖ نیز عدمِ تفریق بین الرسل کو ایمان کی علامت قرار دیا ہے اور تفریق بین اللہ و رُسُلہٖ نیز تفریق بین الرسل کو کفر کی علامت قرار دیا ہے۔ آپ طلوعِ اسلام کے اس خیال کو دیکھیں کہ قرآن کریم میں یہ تو آیا ہے کہ ایک رسول اور دوسرے رسول کے درمیان تفریق نہیں کی جا سکتی لیکن یہ کہیں نہیں آیا کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفریق نہیں کی جا سکتی اور پھر ان آیات کو پڑھیں:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ	بےشک جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں سے کفر کرتے ہیں
وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَ	اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں میں تفریق کریں اور
یَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَکْفُرُ بِبَعْضٍ وَّیُرِیْدُوْنَ	کہتے ہیں کہ ہم بعض پر ایمان لاتے ہیں اور بعض سے کفر
اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلًا ۔ اُولٰٓئِکَ	کرتے ہیں اور اس کے درمیان کا کوئی رستہ پکڑنا چاہتے

هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا - وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (نساء: ۲۱)

ہیں۔ یہی حقیقی کافر ہیں اور ہم نے کافروں کے لیے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اللہ اور اس کے رسولوں پر اور ان میں سے کسی میں تفریق نہیں کی، یہی لوگ ہیں جنہیں اللہ اجر دیگا اور اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

اس آیت میں جو مضمون بیان کیا گیا ہے کیا وہ مولانا اصلاحی کی منقولہ عبارت کی صاف صاف تائید اور طلوعِ اسلام کے مذکورۂ بالا اعتراض کی پوری پوری تردید نہیں کر رہا؟ احادیث پر دست درازی کرتے کرتے کیا اب اتنی چابکدستی اور ہاتھ کی صفائی پیدا ہو گئی ہے کہ قرآن پر بھی ہاتھ صاف کرنا شروع کر دیا گیا ہے؟ یا پھر کہیں اس آیت سے اعراض کی وجہ یہ تو نہیں ہے کہ اس کے آئینے میں "طلوعِ اسلام" کو اپنی یا اپنے سے ملتی جلتی تصویر نظر آرہی ہے؟

اعلان

دفتر ترجمان القرآن میں پچھلے سالوں کے چند پرچے برائے فروخت موجود ہیں۔ شائقین کی سہولت کے لیے ان کی قیمت میں پچاس فیصدی رعایت کر دی گئی ہے۔ فائل رکھنے کے خواہشمند حضرات فوری توجہ فرمائیں۔

۱۔ رجب ۱۳۶۶ھ ۔ مطابق جون ۱۹۴۷ء ۔	جلد ۳۱		عدد ۱
۲۔ شعبان ۱۳۶۶ھ ۔ مطابق جون ۱۹۴۷ء	"	"	۲
۳۔ رمضان ۱۳۶۶ھ ۔ " جولائی ۱۹۴۷ء	"	"	۳
۴۔ شوال ۱۳۶۶ھ ۔ مطابق اگست ۱۹۴۷ء	"	"	عدد ۴